۱۵ اگست ۱۹۷۱ء

ہفتہ وار

ہماری زبان

جلد ۳۰ | ایڈیٹر: آل احمد سرور | شمارہ ۳۲

اس شمارے میں

اداریہ

کہتے ہیں برف تو پگھلی ہے کہاں پگھلی ہے؟

وزیر اعظم اندرا گاندھی نے کھلے دل سے یہ اعتراف کیا تھا کہ اردو کے ساتھ واقعی انصاف نہیں ہوا۔ انھوں نے یہ بھی یقین دلایا تھا کہ وہ اس سلسلے میں ریاستی حکومتوں کو متوجہ کریں گی۔ باوثوق ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ انھوں نے اترپردیش کے بڑے وزیر کملاپتی ترپاٹھی کو اس سلسلے میں خط بھی لکھا تھا۔ اب ودھان سبھا میں اترپردیش کی حکومت کی طرف سے جو اعلان ہوا ہے اس میں اردو کے ساتھ انصاف کا جذبہ ضرور ملتا ہے اس لئے ہم اس کا خیر مقدم کرتے ہیں مگر عملی طور پر بعض بیہم بے انصافیوں اور کھلی ہوئی زیادتیوں کے ختم ہونے کے آثار کم ہی نظر آتے ہیں۔ ریاستی حکومت ایک اردو اکاڈمی بنانے والی ہے۔ اس اکاڈمی کا نام آتے ہی ہمیں ریاست کا ترقی اردو بورڈ یاد آتا ہے جس کی سال میں ایک نشست ہوتی ہے اور اس میں بس اتنا ہوتا ہے کہ ممبران اپنی شکایات بیان کرتے ہیں اور حکومت اپنی صفائی۔ اللہ اللہ خیر صلاّ۔ اس ترقی اردو بورڈ سے پہلے ایک نگراں کمیٹی بنائی گئی تھی جس کی صرف ایک نشست ہوئی اور اس میں بھی معاملہ کچھ شکایات اور کچھ جوابات سے آگے نہیں بڑھا تھا۔ اب دیکھنا ہے کہ یہ اردو اکاڈمی کیا کرتی ہے۔ اگر یہ ادب کی ترقی کے لئے کچھ اقدامات کرتی ہے تو یہ ایک حد تک مفید ہو سکتے ہیں، مگر اس وقت زیادہ ضرورت اردو میں تعلیم کے تسلی بخش انتظام کی ہے جو ابتدائی اور ثانوی دونوں منزلوں پر ہو۔ بڑے وزیر نے بڑے زور سے کہا ہے کہ اردو کو علاقائی یا سرکاری یا دوسری زبان تسلیم کرنے کے سوا، وہ اردو کے سلسلے میں سب کچھ کرنے کو تیار ہیں۔ خدا جانے یہ کملاپتی ترپاٹھی جی اشری چرن سنگھ کی بات دہراتے ہیں کیوں فخر محسوس کرتے ہیں۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ جب اقتدار حاصل ہوتا ہے تو جہاں تک اترپردیش کا تعلق ہے، تمام سیاست داں ایک سی بات کرنے لگتے ہیں۔ انجمن کا یہ مطالبہ کہ اترپردیش اور دوسری ریاستوں میں جہاں اردو بولنے والوں کی قابل لحاظ آبادی ہے اردو کو بھی سرکاری زبان تسلیم کیا جائے اوّل تو ایک جائز اور آئینی مطالبہ ہے، دوسرے یہ مطالبہ بھی اس لئے کیا گیا ہے کہ انجمن خاصے تجربے کے بعد اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ جب تک یا تو ریاستی مجلس قانون ساز کے ذریعہ یا صدر کی ہدایت کے بموجب

فی کاپی: ۱۵ پیسے
قیمت سالانہ: ۵ روپے

انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڑھ

اشاعت کی تاریخیں
۱، ۸، ۱۵، ۲۲

سرکاری زبان ایکٹ میں ترمیم نہیں ہوتی یا دفعہ ۳۴۵ کے تحت کارروائی نہیں ہوتی، اور اس کے ساتھ بے انصافی کو باوجود کچھ لوگوں کی نیک نیتی کے ختم نہیں کیا جاسکے گا۔ اس مطالبے میں نہ تو ہندی سے برابری کا دعوا ہے نہ علیحدگی پسندی کا جذبہ، بلکہ یہ ایک سیدھا سادا دستوری تحفظ کا سوال ہے جس کی ضرورت اظہرمن الشمس ہے۔ بہرحال سرکاری طور پر اردو کو تسلیم کرنے کا ہمارا مطالبہ نہ جانے کیوں کچھ لوگوں کے لئے ایک ہوّا بنا ہوا ہے۔ اترپردیش کی حکومت کہتی ہے کہ وہ اردو کی تعلیم کے لئے مناسب انتظام کرے گی۔ وہ سکریٹریٹ میں اس کی دیکھ بھال کے لئے ایک اعلیٰ افسر بھی مقرر کرنے کو تیار ہے۔ یہ بہت اچھی بات ہے، مگر ابتدائی تعلیم کے لئے یہ کافی نہیں کہ اردو کو بحیثیت ایک مضمون کے پڑھانے کا انتظام ہو۔ ضروری یہ ہے کہ اردو کے ذریعہ سے ابتدائی اور ثانوی منزل کی پوری تعلیم کا بندوبست ہو اور اس کے لئے ایسا انتظام بنایا جائے کہ استادوں کی تربیت کے لئے خاص تعداد میں نارمل اسکول ہوں اور ابتدائی اور ثانوی منزل کے لئے تمام کتابوں کی تیاری اور ان کی دقت پر فراہمی کے لئے تسلی بخش انتظام ہو۔ ابھی تک سنہ ۱۹۷۱ء کی مردم شماری کے اعداد و شمار سامنے نہیں آئے، مگر سنہ ۱۹۶۱ء کی مردم شماری کے مطابق اترپردیش میں اردو بولنے والوں کی تعداد ۷۸ لاکھ تھی، یہ کسی طرح اب ایک کروڑ سے کم نہ ہونی چاہئے، اتنی بڑی آبادی کو دیکھتے ہوئے ابتدائی منزل پر سرکاری اعداد و شمار کے مطابق صرف تین ساڑھے تین لاکھ بچوں کا ابتدائی تعلیم اردو کے ذریعہ سے حاصل کرنا اور ثانوی منزل پر صرف علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی کے زیر اہتمام تین ہائی اسکولوں میں اردو میں تعلیم کو افسوسناک بلکہ شرمناک حقیقت نہ کہا جائے تو کیا کہا جائے۔ دستور کی دفعہ الف ۳۵۰ میں ریاستی حکومتوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ لسانی اقلیتوں کو ان کی مادری زبان میں تعلیم دینے کی "سعی کریں"۔ اگر یہ سعی ہے تو پھر سستی کیا ہے۔ اگر اترپردیش کی حکومت اب بھی اردو بولنے والوں کی آبادی کو دیکھتے ہوئے جگہ جگہ اردو کے ابتدائی اسکول کھول دے اور باقی جگہوں پر حسب ضرورت اردو کے سیکشن یا جماعتیں شروع کردے تو اردو والوں کا گلہ جاتا رہے، مگر حکومت نے تو اس معاملے میں کانوں میں تیل ڈال رکھا ہے وہ شکایتوں کا انتظار کرتی ہے اور یہاں حقیقت یہ ہے کہ لوگ جب شکایتیں کرتے کرتے تھک گئے اور کسی کے کان پر جوں تک نہ رینگی تو وہ بددل ہو کر بیٹھ گئے یا انھوں نے اپنا کوئی پرائیوٹ انتظام کرلیا۔ بہرحال حکومت اگر یہ چاہتی ہے کہ وہ اردو کے ساتھ بے انصافی کو واقعی دور کرے تو صرف ابتدائی منزل پر اردو ایک مضمون کی حیثیت سے پڑھانے کے لئے استاد رکھنا کافی نہ ہوگا، اردو بولنے والوں کے لئے پوری ابتدائی تعلیم اردو میں دینے کے لئے استادوں، کتابوں اور ساز و سامان کا انتظام کرنا ہوگا، اس کے بعد ثانوی منزل پر بھی ان تمام لوگوں کے لئے جو یہ تعلیم اردو کے ذریعہ حاصل کرنا چاہتے ہیں، اسکول کھولنے ہوں گے یا موجودہ اسکولوں میں سے ان کو جو اردو کے ذریعہ تعلیم دینے کے لئے تیار ہوں، اس کی اجازت دینی ہوگی۔ اردو تعلیم کی بنیاد مضبوط ہوجائے اور اس میں تمام مضامین کی تعلیم کا قابل اطمینان انتظام ہوجائے تو اردو والوں کی بڑی شکایت دور ہوجائے گی۔ سرکاری زبان کا مطالبہ دراصل اس وجہ سے ہے کہ ہمیں تقریباً چوتھائی صدی کے تجربے کے بعد اردو کی بقا اور ترقی کے لئے کوئی دوسری ایسی صورت نظر نہیں آتی جس میں اردو کے ساتھ بے انصافی دائمی ختم ہوسکے اور اردو بولنے والے اپنی زبان اور ادب کی بنیاد پر اپنی شخصیت اور سیرت کی اس طرح تعمیر کرسکیں کہ ان کی آنے والی نسلیں اپنے پورے ذہنی قد کو پہنچ سکیں، اس لئے حکومت اترپردیش کے اقدامات کا خیر مقدم کرتے ہوئے ہمیں یہ کہنا پڑتا ہے کہ ان سے مرض کا علاج نہ ہوگا۔ مرض کے علاج کی صورت یہی ہے کہ اردو کو اترپردیش اور دوسری ریاستوں میں سرکاری طور پر تسلیم کیا جائے۔ اگر بات بہت پیچیدہ ہوجائے تو زودگری سے کام نہیں چلتا۔

ایس۔ وی۔ یونیورسٹی سے اردو میں پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری

یہ خبر باعث مسرت ہے کہ کیپٹن ایم۔ اے۔ احد (شگفتہ) کے مقالے "اردو ادب اور قومی یکجہتی" پر S.V. UNIVERSITY, TIRUPATI نے پی ایچ ڈی کی ڈگری دینا منظور کرلیا ہے۔ اس یونی ورسٹی کی تاریخ میں اردو میں تحقیقی کام پر ملنے والی یہ پہلی ڈگری ہے۔

● صفوان واور

پرکاش مونس

بکٹ کہانی کا مصنف

بکٹ کہانی کے مصنّف افضل کی نشاندہی کے سلسلے میں جناب محمد انصار اللہ صاحب کا مضمون مشمولہ ہماری زبان یکم مئی ۱۹۹۶ء اور مراسلہ مشمولہ ہماری زبان ۲۲ جولائی ۱۹۹۶ء ان کی علمی تشنگی اور تحقیقی کاوشوں کے شاہد ہیں۔ اسی سلسلے کے میرے مضمون "بکٹ کہانی اور افضل" (ہماری زبان یکم جولائی ۱۹۹۶ء) کے تسلسل میں بکٹ کہانی کے مصنّف کے تعیّن کے لئے بعض بنیادی باتیں عرض کی گئی تھیں میرا خیال ہے کہ کسی حتمی نتیجے پر پہنچنے میں وہ محدود معاون ثابت ہوں گی۔

"تذکرہ قائم" کے نسخوں میں افضل کے وطن کے متعلق دو مختلف بیانات کا لازمی نتیجہ یہ نہیں ہے کہ بغیر کسی توثیقی شہادت کے ہم ان میں سے کسی ایک کی صحت کو تسلیم کرنے سے مجبور ہیں حالانکہ ایک بیان کے لئے اسپرنگر کی تائیدی شہادت موجود ہے۔ یہ ایک استنباطی اصول ہے کہ عمومی بیان پر صریحی بیان کو ترجیح دی جانی چاہئے "از سکانِ دیار مشرق" قیاس محض کی غمازی کرتا ہے جبکہ "از سکانِ قصبہ جھنجھانہ" قطعیت کا آئینہ دار ہے۔ اسی طرح ایک مصنف کے دو بیانات یا ایک ہی تصنیف کی دو اشاعتوں میں مابعد کو مستند تر خیال کیا جانا چاہئے۔ اگر اقتدا حسین صاحب کا مرتبہ نسخہ جس میں افضل کو "از سکانِ قصبہ جھنجھانہ" بتایا گیا ہے، مولانا عبدالحق کے مرتبہ مخزنِ نکات (انجمن ترقی اردو اورنگ آباد ۱۹۲۹ء) کے ماخذ نسخے سے جس میں انھیں "از سکانِ دیارِ مشرق" کہا گیا ہے جدید تر ہے تو اول الذکر کا بیان زیادہ قابلِ اعتبار ہے۔ اقتدا حسین صاحب کا مرتبہ نسخہ میری نظر سے نہیں گزرا لیکن جھنجھانہ (ضلع مظفر نگر) جیسے چھوٹے سے گاؤں کے ساتھ "از سکان" کا استعمال عجیب سا معلوم ہوتا ہے جبکہ دیارِ مشرق جیسے وسیع علاقے کے حامل الفاظ کے لئے یہ عین مناسب ہے۔ اس سے خیال ہوتا ہے کہ تذکرے کے مقدم تر نسخے میں دیارِ مشرق تھا بعد میں جب اسے جھنجھانہ سے بدلنے کی ضرورت ہوئی تو تذکرے میں ترمیم و تنسیخ کو کم سے کم رکھنے کے لئے صرف ضروری تبدیلی کر دی گئی اور "از سکان" جوں کا توں رہنے دیا۔ ظاہر ہے یہ دلیل قطعیت سے دور ہے لیکن قیاس یہی کہتا ہے کہ اقتدا حسین کا مرتبہ نسخہ مابعد ہے اس لئے اس میں مندرجہ بیان جس کی دریافت کا سہرا خود محمد انصار اللہ صاحب کے سر ہے قابلِ ترجیح ہے۔

محمد انصار اللہ صاحب نے افضل، مقصود، جائسی اور شاہ آیت اللہ جوہری کے بارہ ماسوں کا مقابلہ کرکے بکٹ کہانی میں اگہن کے مہینے میں موسم کی خنکی، پوس میں پالا پڑنے اور جسم میں تھرتھری پیدا ہونے، پھاگن میں دھمال اور چیت کی بجائے جیسا کہ سے کوئل بولنے کے بیانات کی بنا پر جو نتیجہ نکالا ہے اس سے پہلے غیر شعوری طور پر یہ فرض کر لیا گیا ہے کہ یہ شاعرانہ رنگین بیان اپنے اپنے علاقے کے ایک ایک مہینے کی موسمی کیفیات کا مطالعہ کرتے جاتے تھے اور اپنے مشاہدہ کو بارہ ماسہ کے متعلقہ مہینوں میں سموتے جاتے تھے۔ ظاہر ہے ان شاعرانہ بیانات کو خطِ استوا اور ساحلِ بحر سے دوری، سالانہ بارش کی اوسط مقدار اور سطحِ سمندر سے بلندی کی طرح جغرافیائی مسلّمات قرار دے کر ان کی بنا پر کسی شہر یا خطّہ کا تعیین کرنا غلط ہوگا۔ بارہ ماسہ بہر طور ایک ہندی شاعرانہ روایت ہے ایران و عرب میں وہ موسمی تغیرات جن پر بارہ ماسے کی بنیاد قائم ہے مفقود ہیں یہی وجہ ہے کہ عربی و فارسی ادب، بارہ ماسہ یا اس سے ملتی جلتی کسی اور صنفِ نظم سے ناآشنا ہے۔ اس باب میں اردو نے اپنا چراغ یقیناً ہندی سے روشن کیا اور بدنصیبی سے روا اُتوں کی غلامی میں ہندی شاعری بھی اردو سے کسی طرح پیچھے نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ بارہ ماسے زمان و مکان ہی نہیں بلکہ زبان کے شدید اختلافات کے باوجود بنیادی تصورات میں رسم و روایت کے شدت سے پابند ہیں۔ اب تک کی تحقیق کے مطابق ہندوستان کی کسی بھی بولی میں قدیم ترین دستیاب شدہ بارہ ماسہ ایک جین سادھو جن دھرم سوری (ہندی) کا مختصر بارہ ناون ملتا ہے اس کی زبان اپ بھرنش اور زمانہ تصنیف بارھویں صدی عیسوی کا نصف آخر بتایا جاتا ہے اس کے بعد دوسرا بارہ ماسہ جین مُنی ونے چند سوری کا مصنفہ نیمی ناتھ چتش پدکا کے نام سے ملتا ہے جس کا زمانہ تصنیف ۱۲۶۸ء اور ۱۳۰۱ء کے درمیان خیال کیا جاتا ہے۔ چودھویں صدی عیسوی کے اوائل سے بارہ ماسوں کی ایک مستقل روایت ملنی شروع ہو جاتی ہے۔ راجستھانی ڈنگل بھاشا کے شاعر نیمی ناتھ کا بیل دیوراسو (شاید ۱۳۵۰ء کے قریب)، میاں سادھن کی مینا ست (۱۵۰۰ء کے قریب)، گیتی کی مادھونل کام کندلا (۱۵۲۷ء)، جائسی کی پدماوت (۱۵۴۰ء) اور عثمان کی چتراولی (۱۶۱۳ء) قدیم بارہ ماسوں کی مثالیں ہیں۔ عصر جدید کے بارہ ماسوں کی ایک کثیر تعداد پنڈت رام نرائن ترپاٹھی نے گرام گیت میں اور ڈاکٹر کرشن دیو اپادھیائے نے بھوجپوری گرام گیت میں جمع کر دی ہے۔ برج، اودھی اور بھوجپوری کے دوش بدوش میتھلی، بنگلہ، گجراتی اور مراٹھی کے قدیم و جدید مستند اور مطبوعہ بارہ ماسے ملتے ہیں اگر ہم ان مختلف علاقوں، مختلف زبانوں اور مختلف زمانوں میں لکھے ہوئے بارہ ماسوں میں مندرجہ ماہ بماہ موسمی کیفیات کا جائزہ لیں تو ان میں اور انیسویں اور بیسویں صدی میں مصنفہ کھڑی بولی کے علاقے کے خیراتی شاہ، اللہ بخش اور مینی مادھو

۱؎ مرتبہ شری ہری ہر پرساد دویکا

کے بارہ ماسوں میں حیرت انگیز مماثلت نظر آنے لگی ظاہر ہے یہ ذاتی مشاہدہ کی نہیں بلکہ روایتوں کی پابندی کی کارفرمائی ہے محمد انصار اللہ صاحب نے جو خفیف اور خوردبینی اختلافات بکٹ کہانی پدماوت اور گوہر جوہری میں "تلاش" کئے ہیں ان کی مثالیں ایک ہی علاقے کے ایک ہی زمانے میں لکھے ہوئے بارہ ماسوں میں بھی ملنا ممکن ہے اس لئے ان کی بنا پر بکٹ کہانی کے مصنف کے وطن کا تعین کرنا سہو نظر ہے۔

افضل جھنجھانوی، پانی پتی یا تھانیسری سے منسوب اردو کا کوئی اور کلام دستیاب نہ ہونا بھی ان کی شاعرانہ تخلیقات یا ان کے وطن کی صحت و عدم صحت کے لئے کوئی دلیل نہیں ہے۔ نظامی دکنی کی کدم راؤ پدم راؤ، ملا داؤد کی چندائن، ابن نشاطی کی پھول بن اور فائز کی رضوان شاہ روح افزا کے علاوہ اور کون سی تصنیفات و تالیفات دستیاب ہیں۔ کیا محض اس بنا پر اردو ادب کے ان جواہر پاروں سے ان کے مصنفوں کو بے دخل کیا جا سکتا ہے؟

اسی طرح اگر قائم کے اس قول پر اعتماد کر کے کہ افضل از سکان دیار مشرق تھا پروفیسر رضوی کے اس بیان کو کہ افضل الہ آباد کا باشندہ تھا" صحیح مانا جا سکتا ہے تو قائم کے اس قول پر اعتماد کر کے کہ افضل از سکان قصبہ جھنجھانہ تھا اسپرنگر کے اس بیان کو کہ افضل جھنجھانہ جو میرٹھ سے دور نہیں ہے کا باشندہ تھا صحیح مان لینے میں کیا قباحت ہے جبکہ بکٹ کہانی کی زبان بھی اس قیاس کی موئد ہے۔" میں افضل کو جھنجھانوی ماننے پر مصر نہیں ہوں لیکن یہ عرض کرنے کی اجازت ضرور چاہتا ہوں کہ ہمارا نقطہ نظر بہر حال تحقیقی رہنا چاہیے۔

بدقسمتی سے محترم سید مسعود حسن صاحب رضوی کے مضمون مراثی ریختہ تک فوری طور پر میری رسائی نہ ہو سکی اس لئے اس کے بارے میں کچھ عرض کرنے سے معذوری ہے لیکن انصار اللہ صاحب نے جو مختصر سا اقتباس اپنے مراسلے میں دیا ہے اس سے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ نفس مضمون بکٹ کہانی کے مصنف افضل کے وطن سے متعلق نہیں بلکہ کسی دکنی مرثیہ کے مصنف افضل کی نشاندہی سے متعلق تھا۔ افضل صاحب بکٹ کہانی کے وطن کا نام اس میں ضمناً آ گیا تھا مجھے الہ آباد کے ساکن محمد افضل نام افضل تخلص کسی شاعر سے نیاز حاصل نہیں ہے ایک افضل الہ آبادی ناسخ کے شاگرد ضرور ملتے ہیں لیکن ان کا نام غلام اعظم تھا ان کی ایک نثری تصنیف نگارستان عشق[1] مصنفہ ۱۸۳۶ء کا ذکر آتا ہے۔ ظاہر ہے وہ بکٹ کہانی کے سلسلے میں غیر متعلق ہیں، پروفیسر مسعود حسن صاحب رضوی کے کتب خانے میں محمد مراد کی نوشتہ ایک بیاض میں افضل نامی ایک مرثیہ گو شاعر کا نام بھی آتا ہے[2] لگے ہاتھوں اس افضل کی جانچ پرکھ بھی ہو جائے تو کیا برا ہے؟

بہر حال بات بڑھ کر اب عصر حاضر کے ایک عظیم محقق اور سنجیدہ ادیب تک جا پہنچی ہے جن کے فیصلے کے آگے قبل از وقت بصد عجز و نیاز سر تسلیم خم ہے اس لئے اب اس بحث کا مرکز ثقل لکھنؤ کو منتقل ہوتا ہے میں قبلہ محترم پروفیسر سید مسعود حسن صاحب رضوی سے گزارش کروں گا کہ وہ بکٹ کہانی کے مصنف افضل کے الہ آبادی ہونے کی شواہد کے متعلق کچھ ارشاد فرمائیں میرے لئے وہی حرف آخر ہوگا۔

---

[1] اردو کی نثری داستانیں از ڈاکٹر گیان چند طبع دوم ۱۹۶۹ء ص ۶۷۱

[2] علی گڑھ تاریخ ادب اردو۔ جلد اول بار اول۔ فٹ نوٹ ص ۵۰۰

آفتاب شمسی

یہ سب کیسے ہوا؟

لبان نقش پائے رہرواں حیران بیٹھے ہیں
یہ سب کیسے ہوا؟
تھا کون اس آغاز کے پیچھے
جو دھاگے میں پرو کر
سب کو اس انجام تک لایا
سکوت شب کے پیچھے
اک صدائے دردلرزاں ہے
سمندر منجمد ہیں اور صحرا،
بے صدا معلوم ہوتے ہیں
ہوائیں دوڑتی پھرتی ہیں
سمتوں کے تعاقب میں
جلی پرچھائیاں (لگتا ہے)
تن آور درختوں سے گریزاں ہیں
صدائے بیکساں (سنتے ہیں)
جب گھائل ہوا، قاتل بن کے جیتی ہے

"ہماری زبان"

کو مضامین و مراسلات ارسال کرتے وقت یہ خیال رہے کہ وہ کاغذ کے ایک صاف لکھے ہوں۔ (ادارہ)

مترجم: برہم ناتھ دت

رگوید ۱۰-۳۴

قمار باز کی دعا

۱۔ اونچے اونچے برفانی پہاڑوں کے لمبے لمبے درختوں سے بچھڑے ہوئے نرد میز پر گرتے ہی میری قسمت کا رُخ بدل دیتے ہیں۔

۲۔ شرابِ طہور کے تیز جرعہ سے کہیں زیادہ خوشگوار وہ پاسا ہے جو میرے حق میں پڑتا ہے۔

۳۔ میری بیوی نے مجھے کبھی پریشان نہیں کیا۔ نہ میرا ساتھ چھوڑا، بلکہ میری اور میرے دوستوں کی ہمیشہ خاطرداری کرتی رہی۔

۴۔ مگر ایک پاسے کی بدولت جس کا ایک داؤ ہی فیصلہ کن ہوتا ہے میں نے اپنی وفا شعار بیوی کو خفا کر لیا۔

۵۔ میری بیوی مجھ سے پرے پرے رہتی ہے میری ساس مجھ سے نفرت کرتی ہے۔ مجھ کم بخت کو کوئی بھی تسکین کا ایک لفظ نہیں کہتا۔

۶۔ نایاب گھوڑا جب بوڑھا اور کمزور ہو جاتا ہے تو بے کار ہو جاتا ہے اسی طرح جوئے سے مجھے کوئی فائدہ نہیں پہنچا۔

۷۔ پانسے کو (جو کہ بادپا ہے) جس نے اپنایا اور عزیز جانا، لوگ اس کی بیوی کو پچکارتے ہیں۔

۸۔ اس سے متعلق، اس کا باپ، اس کی ماں، اس کا بھائی کہتے ہیں کہ ہم اسے نہیں جانتے کہ یہ کون ہے، اس کے ہاتھ پاؤں باندھو اور اس کو ساتھ لے جاؤ۔

۹۔ جب میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ کھیلنے پر رضامند نہیں ہوتا تو وہ مجھے چھوڑ کر چلے جاتے ہیں اور میں اکیلا رہ جاتا ہوں۔

۱۰۔ جب بادامی رنگ کا نرد میز پر پھینکا جاتا اور کھڑکھڑاتا ہے تو ایک عاشق مزاج لڑکی کی طرح میں اُدھر بھاگتا ہوں۔

۱۱۔ جواری مخمل بے تابی کا مجسمہ، جب جواخانہ کو جاتا ہے تو حیرت سے دل میں کہتا ہے "کیا قسمت اس بار یاوری کرے گی؟"

۱۲۔ اس کے باوجود پاسے کی خواہش بری طرح دامن گیر رہتی ہے اور اپنے مخالف کے سامنے بیٹھا داؤ پر داؤ لگائے جا رہا ہے۔

۱۳۔ وہ پہلے نیچے گرتے ہیں پھر اوپر ابھرتے ہیں۔ ہیچ ہیں، مگر ہاتھوں والے اس کی خدمت سے مجبور ہیں۔

۱۴۔ طلسمی کوئلے کے انبار کی طرح وہ میز پر پڑے ہیں۔ اگرچہ خود بجھے ہوئے ہیں مگر دوسروں کے دلوں کو جلا کر راکھ کر رہے ہیں۔

۱۵۔ نرد کی کھیل نہ کھیلو۔ ہیں ہیں، اپنی کھیتی باڑی کرو۔ کماؤ عیش اڑاؤ اور قانع رہو۔

۱۶۔ اے جواری! آفتابِ عالم تاب نے مجھے بتا دیا ہے کہ تیرے ڈھور ڈنگر ہیں۔ تیری بیوی بھی ہے۔

۱۷۔ تو اُن کا دوست بن اور اُن پر رحم کر، اپنی تند روی سے انھیں آزردہ نہ کر۔

۱۸۔ دعا ہے تیرا غصہ اور عداوت ٹھنڈی پڑ جائے اور بادامی رنگ کی نرد سے مجھے نجات مل جائے۔

مراسلات

امی بلا ہل

"ہماری زبان" مطبوعہ یکم راگست ۱۹۷۱ء میں جناب پرکاش مونس کا مراسلہ دیکھا جس میں موصوف نے مندرجہ ذیل دوہا بہاری کا نہیں بلکہ سید غلام نبی رس لین بلگرامی کا بتایا ہے ؎

امی ہلاہل مدبھرے سیت ، سیام ، رتنار
جیت ، امرت ، جھک جھک پرت ، جہی چتوت اک بار

میں تقریباً گذشتہ تیس برس سے اس دوہے کو بہاری ہی کی تصنیف سمجھتا آیا ہوں اور حال ہی میں جب میں نے اس دوہے سے متاثر ہوکر اپنی نظم "امی ہلاہل" لکھی تو ہندی کے ایک ادیب نے بھی اس کی تصدیق کی مگر اب معلوم ہوا کہ بعض ہندی والے بھی اسی غلط فہمی کا شکار ہیں۔ میں بہر حال پرکاش مونس صاحب کا مشکور ہوں جنھوں نے میری ہی نہیں بلکہ بہت سے لوگوں کی غلط فہمی دور کردی اور اپنی تحقیق کے ذریعہ ہماری صحیح رہبری فرمائی۔

بھوپال۔ ○ ارشد صدیقی

راجہ رام نارائن موزوں پر مواد کی ضرورت

میں شعبۂ فارسی پٹنہ یونیورسٹی میں "احوال و آثار راجہ رام نارائن موزوں" کے زیر عنوان ریسرچ کے لئے مقالہ لکھ رہا ہوں۔ ادب نواز اور محققین حضرات سے گذارش ہے کہ وہ اس سلسلہ میں تعاون فرمائیں اور مواد کی فراہمی کے ذرائع سے درج ذیل پتہ پر آگاہ کرکے مستفید کریں۔ بیحد سپاسگزار ہونگا۔

پتہ۔ محمد اصلح ، ۳۰، اقبال ہوسٹل پٹنہ کالج پٹنہ ۶

شعرائے الہ آباد کی خدمت میں ایک درخواست

خاکسار شعرائے الہ آباد کا ایک تذکرہ مرتب کر رہا ہے۔ اس سلسلے میں کافی مواد فراہم کیا جا چکا ہے۔ کوشش یہ ہے کہ الہ آباد کے جملہ مقامی و غیر مقامی شعرا اس تذکرے کے صفحات کی زیب و زینت بن سکیں۔ لہٰذا اس طرح کے تمام الہ آبادی الاصل شعرائے کرام کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ اپنے مختصر حالات زندگی (بقید اسم ولدیت وسن پیدائش) اور مطبوعہ کلام کا انتخاب حسب ذیل پتہ پر ارسال کرنے کی زحمت گوارہ فرمائیں۔

○ جون رضی موضع سوزر باڈاک خانہ پھول پور
ضلع الہ آباد (یو۔پی)

یہ شعر کس کا ہے

ایک بہت مشہور شعر ہے ؎

کسی رئیس کی محفل کا ذکر کیا ہو امیر
خدا کے گھر بھی نہ جائیں گے بن بلائے ہوئے

بظاہر اس شعر میں امیر تخلص موجود ہے لیکن یہ شعر مراۃ الغیب اور صنم خانہ عشق میں نہیں ملتا ہے۔

ذی علم حضرات سے گذارش ہے کہ وہ یہ بتانے کی زحمت فرمائیں کہ یہ شعر کس کا ہے ۔۔۔؟

لکھنؤ۔ ○ سعادت علی صدیقی

▲

(صفحہ ۲ سے آگے)

ذریعہ تعلیم کا انتظام کیا جانا ضروری ہے خصوصاً ان اضلاع تلنگانہ میں جہاں اردو کو تلگو کے برابر ریجنل زبان کا درجہ دیا گیا ہے فوری اردو کلاسوں کا انتظام بھی کیا جانا ضروری ہے۔

نامہ نگار

انجمن ترقی اردو دلی کا وزیر امور داخلہ کے خط پر ردعمل

دلی :۔ انجمن ترقی اردو کی ورکنگ کمیٹی کی میٹنگ میں وزیر امور داخلہ جناب مردھا کے اس خط پر غور کیا گیا جو انجمن کو اس کے ایک خط کے جواب میں موصول ہوا ہے عام رائے یہ تھی کہ یہ خط مایوس کن ہے کیونکہ یہ تمام تر دہلی ایڈمنسٹریشن کی رپورٹ کی بنیاد پر لکھا گیا ہے جس میں حقائق سے نہ صرف گریز کیا گیا ہے بلکہ بعض رپورٹوں میں گمراہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے ایڈمنسٹریشن نے وزیر امور داخلہ کو اپنی رپورٹ میں انجمن کی طرف سے اٹھائے ہوئے نکات کا گول مول جواب دیا ہے اور بعض غلط بیانیاں کی گئی ہیں۔ طے ہوا کہ اس خط کا جواب حقائق کی روشنی میں دیا جائے اور وزیر اعظم کو کہ جنھوں نے انجمن کی یادداشت کو جناب مردھا کے سپرد کیا تھا لکھا جائے کہ اس کے معاملے میں وہ ذاتی دلچسپی لے کر اردو والوں کی مشکلات کو دور کرنے کے سلسلے میں اقدامات کریں۔

وزیر اعظم کو خط لکھنے کا مسودہ تیار کرنے، نصاب کی کتابوں کے سلسلہ میں این سی ای آر ٹی سے رابطہ قائم کرنے کے لئے صدر انجمن پنڈت سندر لال، مالک رام صاحب اور رہبر کو ضروری ہدایات دیں۔ دلی میں اردو کے کیس کو عدالتوں میں لے جانے کے مسئلہ پر غور بھی کیا گیا۔

○ الجمعیۃ دہلی

انجمن کی خبریں

اردو ذریعہ تعلیم کے خلاف پروپگنڈہ خطرناک

حیدرآباد۔ جناب حبیب الرحمٰن صاحب جنرل سکریٹری انجمن ترقی اردو آندھرا پردیش نے حسب ذیل صحافتی بیان جاری کیا ہے۔

حیدرآباد کے بعض گوشوں سے یہ آواز اٹھائی جا رہی ہے کہ جامعہ کی سطح پر اردو ذریعہ تعلیم کو اپنانے سے اردو بولنے والے معاشی میدان میں پیچھے رہ جائیں گے اس لئے انھیں تلگو یا انگریزی کو اپنا ذریعہ تعلیم بنانا چاہئے۔ یہ ایک نہایت خطرناک رجحان ہے اور اگر اسے بروقت روکا نہ گیا تو اردو بولنے والے اس ریاست میں اپنی خصوصی تہذیبی حیثیت کھو بیٹھیں گے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اگر اعلیٰ تعلیم کی سطح سے اردو کو گرا دیا گیا تو پھر نیچے کی سطحوں پر بھی وہ برقرار نہیں رہ سکے گی۔ میٹرک اور انٹرمیڈیٹ کے طلبہ یہ سوچیں گے کہ جب آگے چل کر تلگو یا انگریزی میڈیم اختیار کرنا ہے تو پھر کیوں نہ ابھی سے اسے اختیار کر لیا جائے تاکہ انھیں آئندہ میڈیم بدلنے کی زحمت نہ اٹھانا پڑے اور یہ سلسلہ اسی طرح ابتدائی اور پرائمری کی سطح تک بھی جا سکتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تقریباً پورے تعلیمی میدان سے اردو بتدریج خارج ہو جائے گی اور اس صورتحال کے جو بھیانک اثرات اردو زبان پر پڑیں گے اس کا بہ آسانی تصور کیا نہیں جا سکتا ہے۔

جناب حبیب الرحمٰن نے اردو بولنے والوں سے پر درد منانہ التدعا کی ہے کہ وہ اس غیر حقیقی معاشی حربے سے جو ان کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے خوف زدہ نہ ہوں بلکہ اپنے بچوں کو ابتدا سے لے کر یونیورسٹی تک پوری تعلیم اردو میڈیم سے دلائیں اور ساتھ ہی ساتھ انھیں تلگو اور انگریزی سکھانے کا اہتمام کریں۔

• سیاست حیدرآباد

اردو جماعتوں کا قیام

جناب محمد محبوب خاں معتمد انجمن ترقی اردو جنگاؤں نے اپنے ایک بیان میں بتایا کہ جنگاؤں اور دیگر مواضعات کے مدارس پر جہاں اردو ذریعہ تعلیم طلبہ کی کثیر تعداد ہے اردو ذریعہ تعلیم کی جماعتیں نہ ہونے سے اردو داں طبقہ میں تشویش کا اظہار کیا جا رہا ہے حالانکہ اس خصوص میں مہتمم تعلیمات ورنگل کی جانب سے ایک سرکولر (۱/۷۱-۲/۱۰-۰) مورخہ ۲ر جولائی ۱۹۷۱ء کے ذریعہ ضلع پرشد اور پنچایت سمیتوں کے زیر اثر مدارس پر اردو جماعتوں کے قیام کے لئے ضروری ہدایتیں جاری کی گئی ہیں جس پر فوری عمل کیا جائے تو اردو طلبہ اور طالبات میں جو بے چینی پائی جا رہی ہے وہ دور ہو سکتی ہے۔ انھوں نے اس خصوص میں ضلع پرشد اور پنچایت سمیتی جنگاؤں سے اپیل کرتے ہوئے اردو جماعتوں کی عاجلانہ منظوری کے لئے ضروری اقدامات کرنے کا پُر زور مطالبہ کیا ہے۔

• رہنمائے دکن

جامعاتی سطح پر اردو ذریعہ تعلیم کے انتظام کا مطالبہ

محبوب نگر۔ انجمن ترقی اردو ضلع محبوب نگر کی مجلس انتظامی کا اجلاس جناب کے ستی لنگیا صدر انجمن ترقی اردو محبوب نگر کی صدارت میں منعقد ہوا۔ اجلاس میں ایک قرارداد کے ذریعہ مجلس انتظامی نے حکومت آندھرا پردیش سے ڈگری کلاسس میں تلگو ذریعہ تعلیم کے ساتھ ساتھ اردو ذریعہ تعلیم کو بھی برقرار رکھنے اور اردو ذریعہ تعلیم کے کالجس قائم کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ قرارداد میں کہا گیا ہے کہ جونیر کالجوں کی سطح تک اردو ذریعہ تعلیم جاری رکھ کر ڈگری کالج کی صورت میں اس کی توسیع نہ کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا کیونکہ اردو میڈیم کامیاب شدہ انٹرمیڈیٹ کے طلبہ کے لئے جامعاتی سطح پر اردو کلاسس قائم نہ کرنا اردو والوں کو اعلیٰ تعلیم سے محروم کرنے کے مترادف ہے۔ حکومت کو چاہئے کہ اردو کلاسس قائم کرنے کے تعلق سے واضح اعلان کرے تاکہ اردو داں عوام میں پیدا شدہ تشویش دور ہو۔

• سیاست حیدرآباد

یونیورسٹی کی سطح تک اردو ذریعہ تعلیم کا مطالبہ

انجمن ترقی اردو سنگاریڈی کی تحریک پر ۴۰ کے قریب سربرآوردہ حضرات نے ایک مشترکہ بیان میں حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ آندھرا پردیش کی لسانی اور تہذیبی رواداری جو ہندوستان کے لئے ایک مثال ہے اس کو نظر انداز نہ کیا جائے۔ آندھرا پردیش کی تینوں جامعات کے وائس چانسلرس کی حالیہ کانفرنس کے نتیجہ میں تلگو کو جامعاتی سطح پر رواج دینے کا جو فیصلہ کیا گیا ہے وہ نہایت درست ہے۔ لیکن انگریزی کی اہمیت کا بھی اسی طرح برقرار رکھا جانا ضروری ہے تاکہ بیرونی ممالک کی اعلیٰ تعلیم کے حصول میں کوئی رکاوٹ یا دشواری نہ ہو۔ آندھرا پردیش میں تلگو کے بعد سب سے زیادہ بولی جانے والی زبان اردو کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

گریجویشن کی کلاسس کے لئے تلگو کے ساتھ اردو ذریعہ تعلیم کا انتظام نہیں کیا گیا ہے۔ ایسے طلبہ و طالبات جنھوں نے اردو سے انٹرمیڈیٹ کیا ہو ان کے لئے ڈگری کلاسس کے داخلے اردو

[illegible]

اخبار و افکار

حکومت یو۔پی اردو کی حیثیت کو تسلیم کرتی ہے

لکھنؤ۔ اترپردیش کی موجودہ حکومت ہندوستانی زبان کی حیثیت سے اردو کی اہمیت کو تسلیم کرتی ہے۔ اور اس کی ترقی میں ہر طرح کی مدد دینے کے لئے تیار ہے۔ چنانچہ اردو اکیڈمی کے قیام کا فیصلہ اور ڈپٹی ڈائرکٹر تعلیم (اردو) کی تقرری کی تجویز اس سلسلے کے بعض ٹھوس اقدامات ہیں یہ اعلان وزیر ریاست برائے ہریجن و سماجی بہبود اور قومی ایکتا بیگم حامدہ حبیب اللہ نے اتوار کو اس سپاسنامہ کے جواب میں کیا جو ان کے اعزاز میں میر انیس تقریبات کمیٹی کی جانب سے ہوئی۔

• الجمعیۃ دہلی

اردو کے سلسلے میں جن سنگھ کا موقف

ڈاکٹر پرشوتم داس کپور ایم۔ ایل۔ سی۔ سابق جنرل سکریٹری (جن سنگھ) نے یو۔پی کونسل میں بجٹ کے مباحثہ میں حصہ لیتے ہوئے کہا کہ اردو کو ملک میں سیاسی مسئلہ نہ بنایا جائے اردو کو سب سے زیادہ ان کانگریسی مسلمان لیڈروں سے نقصان پہنچا ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ مسلم ووٹوں کی ٹھوک فروشی کر کے وہ اردو کو دوسری سرکاری زبان کا مقام دلا سکیں گے۔

انھوں نے کہا کہ بھارتیہ جن سنگھ کی پالیسی صاف ہے وہ اردو کو دوسری سرکاری زبان ماننے کے لئے تیار نہیں۔ لیکن وہ اس کے لئے بھی تیار نہیں کہ اردو کو سہولتوں سے محروم رکھا جائے جو بھی سہولت ہو اس پر سختی سے عمل ہونا چاہئے۔ وہ اس بات کے حق میں ہے کہ اردو کو اس کی ترقی کے مواقع اور سہولتیں ملیں۔ اردو نہ صرف اترپردیش کی بلکہ ملک کی ایک شیریں زبان ہے جس میں نزاکت نفاست اور لطافت ہے۔ اسی دیش میں پیدا ہوئی پلی اور بڑھی لیکن اس کی ترقی ہندی کی سہیلی بن کر ہو سکتی ہے۔ سوتن بن کر نہیں کیونکہ ہندی ملک کی راج بھاشا بن چکی ہے۔

• سیاست کانپور

کانپور پرائمری اسکولوں میں اردو تعلیم کے انتظام کا مطالبہ

کانپور: مہاپالیکا کے ذریعہ چلنے والے پرائمری اسکولوں میں کہیں بھی اردو ٹیچروں کی تقرری نہیں کی جاتی اس طرح وہ حضرات جو اپنے بچوں کو اردو پڑھانا چاہتے ہیں ان کے بچوں کو اردو کی تعلیم نہیں مل پاتی اور اپنی مادری زبان سے محروم کر دئے جاتے ہیں۔ جبکہ محکمہ تعلیمات نے تقریباً تین سال سے سہ لسانی فارمولہ اسکیم کے ذریعہ ہر اسکول یا کالج میں جہاں اردو پڑھنے والے طالب علم دستیاب ہو سکیں اردو ٹیچر کی تقرری کے احکامات جاری کر رکھے ہیں پھر بھی کارپوریشن کے پرائمری اسکولوں میں اردو ٹیچروں کی تقرری نہیں کی جاتی۔

لہٰذا کارپوریشن حضرات کو چاہئے کہ وہ اس طرف فوراً توجہ فرمائیں، ساتھ ہی تمام اردو دوستوں اور تنظیموں کو چاہئے کہ وہ اس سلسلہ میں جلدی کوئی موثر قدم اٹھائیں۔

• سیاست جدید کانپور

سیتاپور کو اردو کا علاقہ قرار دینے کا مطالبہ

سیتاپور: مسلم مجلس کا ایک جلسہ حال ہی جناب عبدالمجید کی صدارت میں ہوا جس میں ضلع سیتاپور کو اردو دانوں کی بہت بڑی تعداد کے پیش نظر اردو کا علاقہ قرار دینے اور ابتدائی درجہ سے درجہ ۸ تک تمام اسکولوں میں لازمی طور پر ہندی اور اردو کی تعلیم کا انتظام کرنے کا مطالبہ کیا گیا۔

جلسہ میں اردو کی ترویج و اشاعت کے لئے یو۔پی کانگریس لیجسلیچر پارٹی سے رابطہ قائم کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔

• قومی آواز لکھنؤ

تمل ناڈو میں اقلیتی زبانوں کا تحفظ

مدراس: لیجسلیٹو کونسل میں مسلم لیگی نمائندہ سید ساوات محی الدین ایم۔ ایل۔ اے کے سوال کا جواب دیتے ہوئے وزیر اعلیٰ تمل ناڈو جناب کروناندھی نے کہا کہ ریاست تمل ناڈو میں اقلیتی زبانوں کی نگہداشت باقاعدہ کی جاتی ہے ریاست بھر میں اقلیتوں کو اپنی اپنی مادری زبان میں پرائمری اور مڈل اسکول تک تعلیم دی جارہی ہے بشرطیکہ درجہ پنجم تک کم از کم دس طالب العلم اور مڈل اور ہائی اسکول کی سطح تک کم از کم چالیس طلبہ اپنی مادری زبان میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے تیار ہوں۔

آپ نے کہا کہ وہ مقامات جہاں لسانی اقلیتوں کی تعداد قابل قدر ہوگی وہاں دفتروں کے نام (NAME BOARDS) دیگر تفصیلات اقلیتی زبانوں میں لکھے جائیں گے۔ لسانی اقلیتوں کی ترقی اور تحفظ کی خاطر ایسے افسروں کا تقرر ہوگا جو متعلقہ زبان سے کما حقہ واقفیت رکھتے ہوں علاوہ ازیں عدالتوں میں جانے سے۔۔۔ سر ضد اشتیں وغیرہ ان کی اپنی مادری زبان میں پیش کرنے کا حق حاصل ہوگا۔

سرکاری ملازمت کے وقت تمل زبان کی سند اور تعلیم پر زور نہیں دیا جائے گا البتہ وہ محکمے جن کا براہ راست تعلق پبلک سے ہوگا ملازمت اس شرط پر دی جائے گی کہ وہ کم از کم

چار سال کے عرصے میں تمل زبان کا سکنڈ گریڈ امتحان پاس کرے حکومت کے ضروری اعلانات، قوانین و ضوابط انگلش رد ل و دیگر مردم شماری کے کاغذات اقلیتی زبانوں میں بھی شائع کئے جائیں گے۔

• ترجمہ سید محمد ارس

اردو ڈگری کالج کا قیام

حیدرآباد:۔ ریاستی ناظم تعلیمات جناب بی پرتاب ریڈی (آئی اے ایس) نے آج مجلس عمل طلبہ برائے اردو کے ایک نمائندہ وفد کو یہ واضح تیقن دیا ہے کہ امتحانات انٹرمیڈیٹ کے نتائج اور اس کے بعد اردو میڈیم سے کامیاب ہونے والے طلبہ کی تعداد اور تناسب کی روشنی ہی میں اردو ڈگری کالج کے قیام کا جائزہ لیا جائے گا اور اس سے قبل اس مرحلہ پر اس سلسلہ میں وہ محکمہ کی پالیسی کی وضاحت کے موقف میں نہیں ہیں۔

• رہنمائے دکن

ڈگری سطح پر اردو ذریعہ تعلیم کا مسئلہ

حیدرآباد:۔ مجلس عمل طلبہ برائے اردو کے ہنگامی اجلاس میں جس کی صدارت جناب کے ایم عارف الدین نے کی ناظم تعلیمات سے گفتگو کو غیر تشفی بخش قرار دیتے ہوئے فیصلہ کیا گیا کہ جامعہ عثمانیہ اور اس سے متعلق تمام سرکاری اور خانگی کالجس میں ڈگری سطح پر اردو ذریعہ تعلیم کے مطالبہ کے لئے شہر حیدرآباد میں اسکولوں اور کالجس کا بائیکاٹ کیا جائے اور ۲۴ گھنٹے کی علامتی بھوک ہڑتال کی جائے اجلاس نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ اس تعلق سے فوری اعلان کیا جائے ورنہ طلبہ زبردست ایجی ٹیشن شروع کر دیں گے۔

• رہنمائے دکن

علامہ خضر برنی کی خدمات کا اعتراف

بلند شہر: اردو کے کہنہ مشق شاعر و ادیب علامہ خضر برنی کی چالیس سالہ قومی و ادبی خدمات کا اعتراف کرنے کے لئے انجمن ترقی اردو بلند شہر کے زیر اہتمام ایک "جشن خضر" بڑے تزک و احتشام سے منایا گیا جس میں متعدد مقرروں نے علامہ خضر برنی کی ادبی و سیاسی خدمات کو سراہا ہے۔

• نامہ نگار

اردو سرکل جمشید پور کی خصوصی نشست

اردو سرکل، جمشید پور کی ایک خصوصی نشست جناب بیجن نگھ رہبر کے قیام گاہ پر منعقد ہوئی۔

جلسہ کی صدارت چار سالہ بے بی مانی کے سپرد کی گئی۔ سب سے پہلے شمس فریدی کی تین نظموں پر خصوصی مطالعہ و تبصرہ کا آغاز ہوا متعدد ادیبوں اور شاعروں نے نظموں کی تنقید و تبصرے میں حصہ لیا۔ آخر میں عام شعراء نے اپنی تازہ تخلیقات پیش کیں۔ آئندہ نشست کا اہم موضوع جمشید پور کا کلاسیکی ادب ہوگا۔ تاریخ کا اعلان بہت جلد کیا جائے گا۔

• سید احمد شمیم

ادارہ سید گل کی شعری نشست

سید گل کے دفتر میں ایک شعری نشست زیر صدارت جناب ابراہیم ہوش منعقد ہوئی رفیق الزماں ادیب سید گل نے اس ادبی و شعری نشست میں ایک مختصر سی تقریر کی جس میں انھوں نے سید گل کے اجرا کے مقاصد اور نظریے کو واضح کیا۔ اس نشست میں کلکتہ کے مشہور و معروف شعراء نے شرکت کی۔

• حیدر علی

کاچیگوڑہ جونیر کالج سے اردو جماعتوں کی برخاستگی پر نمائندگی

کاچیگوڑہ جونیر کالج سے اردو جماعتوں کی مبینہ منصوبہ بند برخاستگی کی کوششوں کی شکایات وصول ہو رہی ہیں۔ ممتاز طلبہ لیڈر جناب کے ایم عارف الدین صدر نشین مجلس عمل طلبہ برائے اردو اور جناب ولی تنویر پر مشتمل ایک وفد نے کل پرنسپل کالج سے ملاقات کی اور ان شکایات کے ازالہ پر بات چیت کی۔ وفد کا احساس ہے کہ پرنسپل کا یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ وہاں اردو اساتذہ کا انتظام نہیں ہے۔ پرنسپل کا یہ استدلال بھی بے بنیاد ہے کہ یہاں طلبہ کی مناسب تعداد شرکت کی خواہاں نہیں ہے۔ مسٹر کے ایم عارف الدین نے کہا ہے کہ متعدد ایسے اردو طلبہ کو جو اس جونیر کالج میں شرکت کے طالب تھے پرنسپل نے ہمیشہ کے لیے مختلف طریقوں سے داخلہ نہیں دیا کبھی یہ کہا گیا کہ نظامت تعلیمات سے یہاں اردو اساتذہ کا انتظام نہیں کیا گیا ہے اور کبھی دوسرے جونیر کالجس میں شرکت کا مشورہ دیا گیا۔ جناب کے ایم عارف الدین نے بتایا کہ اس کالج کے پرنسپل صاحب مختلف باوثوق اطلاعات کی بموجب ایک طویل منصوبہ کے تحت یہاں سے اردو کی جماعتوں کو برخاست کر دینا چاہتے ہیں۔ جناب کے ایم عارف الدین نے طلبہ سے خواہش کی ہے کہ وہ جونیر کالج میں شرکت کے لئے ضرور جائیں اور کسی قسم کے انکار یا عذر و حیلہ کی صورت میں مجلس عمل طلبہ برائے اردو کے دفتر مجرد گاہ متصل جامی مارکیٹ پر ان سے اور ناظم تعلیمات سے ربط پیدا کریں۔

• رہنمائے دکن

مجلس عمل طلبہ برائے اردو کے ایک وفد کی ناظم تعلیمات سے نمائندگی

حیدرآباد:۔ ریاستی ناظم تعلیمات جناب بی پرتاب ریڈی نے

مجلس عمل طلبہ برائے اردو کے ایک نمائندہ وفد کو یہ واضح تیقن دیا تھا کہ امتحانات انٹرمیڈیٹ کے نتائج اور اس کے بعد اردو میڈیم سے کامیاب ہونے والے طلبہ کی تعداد اور تناسب اور روشنی ہی میں اردو ڈگری کالجس کے قیام کا جائزہ لیا جائے گا اس سلسلے میں مجلس عمل طلبہ برائے اردو کے ایک وفد نے ناظم تعلیمات پر زور دیا کہ وہ اس مطالبے کے بارے میں ٹھوس پالیسی اور فیصلوں کا جلد اعلان کریں بصورت دیگر مجلس عمل ایجی ٹیشن شروع کرنے پر مجبور ہو جائے گی۔ مجلس عمل کے پریس نوٹ کے مطابق ناظم تعلیمات نے یہ وضاحت کرنے سے احتراز کیا کہ سرکاری شعبہ میں اردو ڈگری کالجس قائم کئے جائیں گے یا نہیں؟ جناب بی پرتاپ ریڈی سے انکشاف کیا کہ اردو آرٹس کالج کو مارننگ کالج میں تبدیل کرنے کی اجازت دے دی جائے گی اور ضروری سہولتیں بہم پہنچائی جائیں گی انھوں نے بیان کیا کہ اگست کے دوران انٹرمیڈیٹ کے نتائج شائع ہوں گے چنانچہ انھوں نے اس وفد سے اگست کے اواخر میں ملاقات کرنے کی خواہش کی۔ مجلس عمل طلبہ برائے اردو نے ناظم تعلیمات سے اپنی بات چیت پر بے اطمینانی کا اظہار کرتے ہوئے اعلان کیا ہے کہ اس سرکاری ذہن میں تبدیلی ضروری ہوگی۔ طلبہ نے اپنے مطالبات کے سلسلے میں معتمد تعلیم اور وزیر تعلیم چیف منسٹر اور اپوزیشن قائدین سے نمائندگی اور ملاقات کا بھی فیصلہ کیا ہے۔

• سیاست حیدرآباد

اردو ذریعہ تعلیم کے ڈگری کالجس کے قیام کا مطالبہ

حیدرآباد:۔ ریاست میں اردو ڈگری کالجس کے قیام کا مطالبہ کرتے ہوئے جناب سید حسین رکن عاملہ مجلس عمل طلبہ برائے اردو نے وزیر تعلیم جناب پی وی نرسمہا راؤ پر زور دیا ہے کہ وہ تلگو ذریعہ تعلیم کے ساتھ اردو ذریعہ تعلیم کے ڈگری کالج بھی شروع کر دیں۔ بیان میں کہا گیا ہے کہ ایسے کالجس جہاں پر ذریعہ تعلیم تلگو ہے وہاں پر اردو کی متوازی جماعتیں شروع کی جائیں۔ انھوں نے کہا ہے کہ اس خصوص میں وزیر تعلیم کو جلد ہی واضح اعلان کرنا چاہئیے کیونکہ انٹرمیڈیٹ کے نتائج بھی عنقریب نکلنے والے ہیں۔ بیان کے آخر میں کہا گیا ہے کہ اگر اردو طلبہ کے جذبات و احساسات کا خیال نہ کیا گیا تو تمام طلبہ برادری پر امن احتجاج پر مجبور ہو جائے گی۔

• رہنمائے دکن

ہردوئی میں اردو طلبہ کی مشکلات

ہردوئی:۔ گورنمنٹ انٹر کالج ہردوئی میں اگرچہ ہائی اسکول تک طلبہ کو اردو پڑھانے کا انتظام ہے اور اردو داں طلبہ زیر تعلیم ہیں بھی، لیکن انٹر کے درجات میں اردو طلبہ جو خاصی تعداد میں اردو پڑھنے کے خواہاں ہیں ان کو اردو پڑھانے کا کوئی انتظام نہیں کیا گیا، جب کہ آسانی کے ساتھ بغیر کسی مالی بوجھ کے انٹر کے طلبہ کو اردو پڑھائی جا سکتی ہے۔ مگر کالج مذکور کے پرنسپل ان طلبہ کو اردو پڑھانے میں ٹال مٹول کر رہے ہیں جس سے ان طلبہ اور ان کے ورثاء میں کافی پریشانی محسوس کی جا رہی ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ اس سلسلے میں جلد ہی ایک وفد اتر پردیش سرکار سے ملنے والا ہے۔

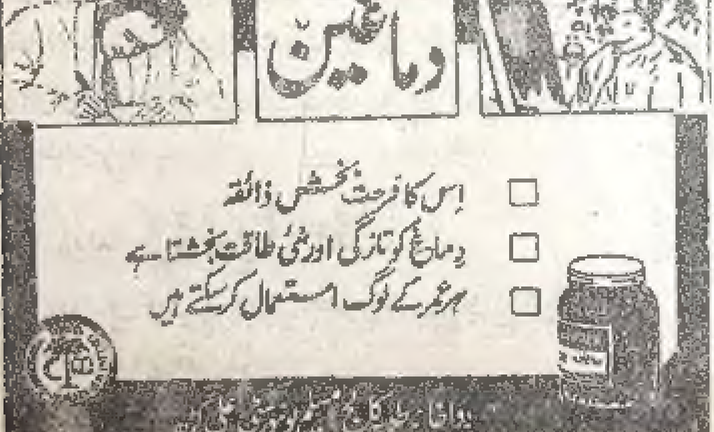
• سیاست جدید کانپور

گلبرگہ میں انجمن ترقی اردو کی طرف سے ایک اعزازی جلسہ

گلبرگہ:۔ انجمن ترقی اردو (شاخ) گلبرگہ کے زیر اہتمام ایک خیر مقدمی جلسہ عزت مآب الیف۔ ایچ۔ محسن صاحب نائب مرکزی وزیر داخلہ حکومت ہند بمقام ٹاؤن ہال گلبرگہ بصدارت حضرت سید شاہ محمد الحسینی صاحب سجادہ نشین روضہ منورہ بزرگ گلبرگہ سرپرست انجمن منعقد ہوا۔ اس جلسہ میں بلا لحاظ مذہب و ملت لوگوں نے کثیر تعداد میں شرکت فرمائی۔

ابتداء میں جناب محمد عبدالرحیم صاحب آرزو صدر انجمن نے سپاسنامہ پڑھا اور مہمان خصوصی کی توجہ اردو کے مخصوص مسائل کی طرف دلائی۔ اس کے بعد جناب ڈاکٹر مرتضیٰ صدیقی پروفیسر سوڈان یونیورسٹی نے اپنے دورۂ یورپ، امریکہ اور مشرق وسطیٰ کے پیش نظر اردو کی مقبولیت کے تعلق سے معلوماتی تقریر بڑے جامع انداز سے فرمائی بعد ازاں جناب دھرم راؤ صاحب افضلپور کریم۔ پی۔ گلبرگہ نے اپنی تقریر میں جناب آرزو کی اردو کی خدمات کا تذکرہ کیا اس کے بعد مہمان خصوصی نائب وزیر موصوف نے جناب آرزو اور انجمن کا شکریہ ادا کیا اور آرزو کی خدمات کو سراہا۔ اور کہا کہ اردو زبان ایک عوامی زبان ہے۔

(نامہ نگار)



آرزو صاحب نے جن اردو کے مسائل کی جانب توجہ دلائی اس پر غور کرنے اور ان کو حل کرنے میں مدد کرنے کا وعدہ فرمایا اور موصوف نے بنگلہ دیش کے بارہ میں بھی اپنے خیالات کا اظہار کیا آخر میں صدر جلسہ نے اپنی صدارتی تقریر میں فرمایا کہ ایوان اردو کی بنیاد گلبرگہ میں صرف جناب آرزو صاحب ہی کی کوشش کا نتیجہ ہے اور اردو کے تعلق سے جو خدمات وہ انجام دے رہے ہیں وہ اوروں کے لئے قابل تقلید ہے۔

• نامہ نگار

(باقی کالم ۲ سے آگے)

نمبر شمار	نام ومقام معطی	رقم چندہ	کیفیت
۱۶۳۔	جناب عبدالصمد خاں، لکھنؤ	۱۰—۰۰	معرفت جناب ڈاکٹر نور الحسن ہاشمی صاحب لکھنؤ یونیورسٹی
۱۶۴۔	″ سید شہید الاحسن خاں ″	۱۰—۰۰	
۱۶۵۔	″ ڈاکٹر شجاعت علی خاں ″	۱۰—۰۰	
۱۶۶۔	″ ڈاکٹر ملک زادہ منظور احمد ″	۱۰—۰۰	
۱۶۷۔	″ ڈاکٹر سید مسعود رضوی ″	۱۰—۰۰	
۱۶۸۔	″ ڈاکٹر طول الحق انصاری ″	۱۰—۰۰	
۱۶۹۔	″ شکیل احمد صدیقی ″	۱۰—۰۰	
	″ اشفاق احمد ہاشمی ″	۱۰—۰۰	
۱۷۰۔	″ نور الحسن ہاشمی ″	۱۰—۰۰	
۱۷۱۔	″ ڈاکٹر نور الحسن ہاشمی ″	۱۰—۰۰	
۱۷۲۔	″ بنک کمیشن	۲—۰۰	
	میزان حال	۳۰۲—۰۰	
	″ سابق	۱۵۸۶۳—۸۱	
	″ کل	۱۶۱۶۵—۸۱	

اردو گھر فنڈ

چندہ اردو گھر فنڈ یکم اپریل ۱۹۷۱ء تا ۳۱ جولائی ۱۹۷۱ء

(گذشتہ سے پیوستہ)

نمبر شمار	نام ومقام معطی	رقم چندہ	ذریعہ رسیل	کیفیت
۱۳۳۔	جناب ابو حاتم خاں صاحب	۱—۰۰		معرفت جناب ڈاکٹر نور الحسن ہاشمی صاحب، لکھنؤ یونیورسٹی
۱۳۴۔	جناب ثاقب نقی اعظمی ″	۱—۰۰		
۱۳۵۔	″ احسن ظہیر ″	۱—۰۰		
۱۳۶۔	″ عتیق الزماں ″	۱—۰۰		
۱۳۷۔	″ حسن نعیم ″	۱—۰۰		
۱۳۸۔	محترمہ رضیہ سلطانہ صاحبہ	۱—۰۰		
۱۳۹۔	″ افروز جہاں ″	۱—۰۰		
۱۴۰۔	″ فرزانہ سلیم ″	۱—۰۰		
۱۴۱۔	جناب ایاز احمد صاحب	۱—۰۰		
۱۴۲۔	″ محمد تمکین ″	۱—۰۰		
۱۴۳۔	″ اطہر حسین ″	۱—۰۰		
۱۴۴۔	″ اقبال عظیم ″	۱—۰۰		
۱۴۵۔	″ انیس اطہر عباس ″	۱—۰۰		
۱۴۶۔	″ سید غیاث الدین ″	۱—۰۰		
۱۴۷۔	محترمہ پروین عالم صاحبہ	۱—۰۰		
۱۴۸۔	جناب محمد عثمان صاحب	۱—۰۰		
۱۴۹۔	″ محمد قاسم ″	۱—۰۰		
۱۵۰۔	″ محمود عمر جعفری ″	۱—۰۰		
۱۵۱۔	″ موصوف احمد ″	۱—۰۰		
۱۵۲۔	محترمہ شاہدہ خاتون صاحبہ	۱—۰۰		
۱۵۳۔	جناب شہاب الدین صاحب	۱—۰۰		
۱۵۴۔	″ فاروق احمد ″	۱—۰۰		
۱۵۵۔	″ جاوید احمد ″	۱—۰۰		
۱۵۶۔	″ عبد المعبود ″	۱—۰۰		
۱۵۷۔	″ احمد ادیب الرحمٰن ″	۱—۰۰		
۱۵۸۔	″ شجاعت احمد ″	۱—۰۰		
۱۵۹۔	″ عبد الحق ″	۱—۰۰		
۱۶۰۔	محترمہ بیگم نسیم الدین صدیقی، ششم فرخ آباد	۱—۰۰		
۱۶۱۔	محترمہ فرحہ صدیقی صاحبہ خیابان وزیر حسن روڈ، لکھنؤ	۱—۰۰		
۱۶۲۔	محترمہ فرخ صدیقی صاحبہ خیابان وزیر حسن روڈ، لکھنؤ	۱—۰۰		

(باقی کالم ایک پر)

تبصرہ

محمد انصار اللہ

قادر نامۂ غالب

مرتب: پروفیسر عبدالقوی دسنوی
شائع کردہ: شعبۂ اردو، سیفیہ کالج بھوپال
قیمت: ایک روپیہ پچاس پیسے

"پیش لفظ" میں فاضل مرتب نے محققانہ بحث کے بعد یہ بات ثابت کی ہے کہ "یہ مختصر سی کتاب مرزا اسد اللہ خاں غالب نے اپنی اہلیہ کے بھانجے زین العابدین خاں عارف کے دونوں بچے باقر علی خاں اور حسین علی خاں کے لئے لکھی تھی۔" بحث کا انداز شگفتہ اور دلچسپ ہے، اس کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے کہ فاضل مرتب نے اس موضوع پر قلم اٹھانے سے پہلے تقریباً سارے اہم مآخذ پر تفصیلی نظر ڈالی ہے۔

متن کی تدوین میں بھی نہایت محنت و کاوش کی گئی ہے اور کوشش کی گئی ہے کہ صحیح ترین متن قاری کے سامنے پیش کر دیا جائے، ان پہلوؤں پر نگاہ کی جائے تو اس کتاب کو تدوین کا ایک اچھا نمونہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ بعض امور البتہ توضیح طلب ہیں:

۱۔ صفحہ ۱۳، شعر ۲ — مصرعۂ اولیٰ اسی صورت میں موزوں ہوگا جب "پیشوائے دین" بہ اعلان نون پڑھا جائے، سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا غالب اضافت کے باوجود نون کا اعلان جائز سمجھتے تھے؟

۲۔ صفحہ ۲۳ شعر ۱۰ — متن میں "بانسری" اور حاشیہ پر "بانسلی" لکھا ہے۔ غالب اس لفظ کا تلفظ "بانسری" ہی کرتے تھے اس کے لئے شہادت پیش کی جا سکے تو بہتر ہے۔ مغربی یوپی میں بعض لوگوں کی زبانی "بانسلی" بھی سننے میں آیا ہے۔

۳۔ صفحہ ۲۴ پر "مفید اور دلچسپ باتیں" کے عنوان سے جو اشعار لکھے ہیں ان کی بابت فاضل مرتب کا بیان ہے:

"مجھے "قادر نامہ غالب" کا ایک نسخہ مطبوعہ ۲۸ ماہ فروری ۱۸۹۱ء ملا ہے ۔۔۔۔۔ اس نسخہ میں کچھ حصہ زیادہ ہے جو یہاں سے شروع ہوتا ہے۔"

یہ نسخہ غالب کے انتقال کے بعد کا ہے، اقدم ترنسخوں میں یہ اشعار نہیں ملے، ان کو کلام غالب تسلیم کرنے کے لئے اگر کوئی شہادت مل سکے تو مناسب ہے۔ ان اشعار کے سلسلے میں یہ نکتہ اہم ہے کہ یہ مختلف بحروں میں ہیں مثال کے طور پر صرف چند مصرعے نقل کرتا ہوں:

ع ہے دروازہ اس کا گلستاں کا باب
(ص ۲۴)

ع روپے ہر اک دکان میں ہیں کھنکتے
(ص ۲۵)

ع باغ فضل میں تری کل تو عجب دھوم رہی
(ص ۲۶)

ع تعلیم آتی لبنی ہر وقت فائدہ کیا
(ص ۲۹)

ع باغ میں لطف ہو رہا ہوگا (ص ۲۷)

مذکورہ چوتھے مصرعے میں "لبی" کو "لبنی" لکھا ہے، یہ دیکھا جائے کہ خود غالب کا املا کیا تھا، عہد غالب میں بعض اہل لکھنؤ کے یہاں یہ لفظ نون کے ساتھ لکھا ہوا ملتا ہے۔

ان اضافہ کردہ اشعار میں بعض الفاظ کے متعلق بھی غور کیا جا سکتا ہے مثلاً: اجیرن، ڈھڈھا، بالائی وغیرہ چنانچہ مولانا محمد حسین آزاد نے لکھا ہے "نواب سعادت علی خاں مرحوم نے ملائی کا نام بالائی رکھا" (آب حیات)

آخر میں "مذمت افیونیان و چانڈو بازان" بھی شامل کتاب ہے، ظاہراً یہ بھی غالب کا کلام نہیں ہے۔ بہر صورت اس زاید کلام کی اشاعت بھی افادیت سے خالی نہیں ہے۔

کتاب کی کتابت بھی اچھی ہے اور طباعت بھی اچھی ہے، اس کی اشاعت کے لئے فاضل مرتب مبارکباد کے مستحق ہیں۔

مالک انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڑھ پرنٹر و پبلشر سید تفضل حسین ایم اے نے مسلم یونیورسٹی پریس علی گڑھ میں چھاپا اور دفتر مرکزی انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڑھ سے شایع کیا
REGD-NO-L-922 فون نمبر ۲۹ R-NO-2186/57